ادب

قومیت کی ہے تعریف بس [illegible]

ہاں [illegible]

باطن میں ابھر کر ضبط فغاں [illegible] ہو جاتی ہے

دل [illegible]

(اکبر الہ آبادی)

نالۂ ہندی

از

رضا الدین احمد خنجر کاکوروی

۴۸۶

دیباچہ

اس مسدس کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ موسوم بہ "شکوۂ بیداد" ہندؤں کے حُبّ وطن اور مذہبی جذبات کا مرقع ہے جس میں ہندوؤں کے نقطۂ نظر سے مسلمانوں کی تہذیب اور اُن کے تمدن پر اعتراضات نظم کئے گئے ہیں۔ دوسرا حصہ "جواب درویش" اُن تمام اعتراضات کا جواب ہے جو مسلمانوں کی تہذیب اور اُن کے تمدن پر پہلے حصہ میں کئے گئے ہیں۔ اس مسدس میں ایک تاریخی مباحثہ کیا گیا ہے جو تاریخی نظیروں سے بھرا ہوا ہے ؎

تجھے کیا دیدۂ گریاں وطن کی نوحہ خوانی میں
عبادت چشمِ شاعر کی ہے ہردم با وضو رہنا
(اقبال)

خاکسار رضاء الدین احمد خنجرؔ کاکوروی

۷۸۶

نالۂ ہندی

(۱)

شکوۂ بیداد

یادِ حق کیسے کروں اور کس طرح کلمہ پڑھوں میرے پہلو میں دلِ مسلم نہیں میں کیا کروں
میری قسمت میں نہیں حلمِ شہادت کیا یوں بت پرستی کیلئے جیتا ہوں اور جیتا رہوں
حجِ بیت اللہ سے محروم میں رکھا گیا
ہند میں کھاتا رہا صبحِ بنارس کی ہوا

بادِ صرصر اک زمانہ میں نہ تھی اپنے ندیم ہند تھا شاداب جب اہلِ فنا میں تھی نسیم
ہند کو مہکاتی تھی قومی تمدن کی شمیم ملک اپنا تھا کبھی شاہد ہے تاریخِ قدیم
ہاتھ میں مشعل لئے تھا خاندانِ موریا
ہو کے رہتا تھا جو تھا شایانِ شانِ موریا

حکمت و دانش کا عالی شان مندر تھا اشوک بدھ کا مذہب شمع تھا اور اس کا پروانہ تھا اشوک
ہند کے علمِ سیاست کا تو تھا دیوتا اشوک فنِ تعمیرات کا دردِ دل تھا شیدا اشوک

ہند کو اپنا پُرانا دین و مشرب یاد ہے
ہر کمنڈ ردہلی کا کہتا ہے "ہمیں سب یاد ہے"

اپنی بربادی کا بھی ہم کو فسانہ یاد ہے — ہندیوں کا اپنے ہی خوں میں نہانا یاد ہے
غزنوی کا سترہ بار آنا جانا یاد ہے — بت شکن کا بتکدے ہر دم گرانا یاد ہے

کہتے ہو کہ تو نہیں پھیلا کسی شمشیر سے
ہم تو مٹتے ہی رہے اِسلام کی شمشیر سے

خالی از علت نہیں عہدِ مغلیہ بھی رہا — گو کہ اکبر کا زمانہ مغتنم ثابت ہوا
ہو سکی حاصل نہ اکبر کی فراست کو بقا — سارے شیرازہ کو عالم گیر نے بکھرا دیا

دینِ عالم گیر تھا گر دینِ صلح و آشتی
مرہٹوں سے اسقدر خونی لڑائی کیوں ہوئی

نورِ ایماں سے منور ہند ہو پایا نہیں — ابر تو چھایا مگر خالق نے برسایا نہیں
تیغ تو چمکی مگر بسمل بھی گھبرایا نہیں — مجھکو لقمہ تو ملا میں نے مگر کھایا نہیں

الغرض جو ملی تھی ستم قاتل تھی وہی
جس نے محفل کو جلایا شمعِ محفل تھی وہی

(۲)

جوابِ درویش

شکوۂ بیداد اک درویش سنتا تھا کھڑا — اُس کا دل اس شکوہ بیجا سے کچھ زائد کڑھا

جی کڑا کر کے وہ فریادی یہ کہنے لگا　　موم کا پتلا ہے یا پانی کا ہے تو بلبلا

عقل بھی اک چیز ہے ادراک بھی اک چیز ہے
تجھکو خالق نے نہیں دی کیا کوئی بھی ایسی شے

آبناؤں پھیلا ہے اسلام کس تدبیر سے　　ہند کیا دنیا میں یہ پھیلا نہیں شمشیر سے
بلکہ پھیلا صوفیا کے ذوق و فیضِ پیر سے　　ہوگیا عالم منور عشق کی تنویر سے

لوگ گرویدہ ہوئے اخلاق اور ایثار سے
ہاں کوئی گھائل ہوا تو خُلق کی تلوار سے

خانقاہوں میں تجلّی کا بھی ساماں مل گیا　　تشنہ لب کو حسبِ خواہش جامِ عرفاں مل گیا
دل ہدف جس کا ازل ہی تھا وہ پیکاں مل گیا　　شاعرِ رنگیں کو اک گم گشتہ دیواں مل گیا

قدر کر روحانیت کی جو ملی اسلام سے
اتنا کیوں مرعوب ہے تو غزنوی کے نام سے

بھول جا تاریخ کو جو کچھ لکھا ہے بھول جا　　پیشواؤں نے ترے جو کچھ کہا ہے بھول جا
داستانِ غم جسے سمجھا گیا ہے بھول جا　　اپنے کو بھی تو یہی میری دعا ہے بھول جا

یاد کر اُس کو فقط جس کے سوا کوئی نہیں
یادِ غیرِ حق میں اے ہندی مزا کوئی نہیں

کیا کہا عہدِ مغلیہ خالی از علّت نہیں　　بھولتا احسان کو ہے تجھ میں کچھ غیرت نہیں
حکمتِ اکبر کی تیرے دل میں کچھ وقعت نہیں　　عدل کی تیری نظر میں کیا کوئی عزت نہیں

راجپوتوں کے گھروں سے جو ہوئی تھیں شادیاں
کیا سمجھتا ہے انھیں تو خانماں بربادیاں

چھوت اور پرہیز جس کے آج گاندھی ہیں خلاف
اُس سے اکبر کرتا تھا ہندی تمدن کو بھی صاف
عدلِ اکبر سے برابر تھے امیر و جُبہ باف
کینہ ور ہوتا تو کیوں ہیمو کو کر دیتا معاف
کر دیا جس رسم کو بنٹنک نے آخر میں بند
اُس کو اکبر کر چکا تھا برسوں پہلے ناپسند

یاد کیا زنجیرِ انصافِ جہاں گیری نہیں
کیا ترے پیشِ نظر وہ شوقِ نقاشی نہیں
ملکۂ نورِ جہاں کیا حُسن کی دیوی نہیں
اور دربارِ مغلیہ عدل کی وادی نہیں
نو رتنِ اکبر کے جو تھے اُنھیں کیا ہندو نہ تھے
سچ ہے شاہانِ مغلیہ ظالم و بدخو نہ تھے

اب ذرا تو حشمتِ شاہِ جہاں پر غور کر
کتنا تعمیرات میں اُس نے کھپایا اپنا سر
تھی فروغِ حُسن پر اُس کی ہمیشہ سے نظر
دیکھتے ہی "تاج" کو پڑتا ہے کیا دل پر اثر
حُسن زائل کب ہوا بعدِ فنا ممتاز کا
مقبرہ ہے پیکرِ خاکی بنا ممتاز کا

تذکرہ لازم ہے اب بیدادِ عالم گیر کا
جس سے ہے تاریخ کی دنیا میں ہنگامہ مچا
ہند میں عہدِ مغلیہ توڑنے جب دم لگا
ڈوبتے کو اُس نے تنکے کا سہارا لگا دیا
ڈوبنے والے کے پکڑے بال جب تیراک نے

لوگ سمجھے مار ڈالا قاتلِ سفاک نے

دیتے ہیں کڑوی دوا بیمار کو اکثر حکیم   برقِ عرفاں سے گرا کرتے ہیں غش کھا کر کلیم
غور کر کیا بھید ہے رکھتا ہے گر عقلِ سلیم   ہے خدا قہّار اور جبّار و رحمٰن و رحیم

اک بڑی ہستی کی سختی اور درشتی سے نہ ڈر
کر نہ بیٹھ ایسی ملامت اُسکو ظالم جان کر

علم کا ہو شوق تو اُس کے فتاوئی دیکھ لے   ایک کوزہ میں بھرا رکھا ہے دریا دیکھ لے
سادگی سے گھر پہ اُسکا رہنا سہنا دیکھ لے   آخری وقت اُس نے جو رقعوں میں لکھا دیکھ لے

ملک گیری کیلئے وہ مرہٹوں سے بھی لڑا
برسرِ پیکار شاہانِ دکن سے بھی رہا

جیسے بوناپارٹ کا اسپین کا ناسور تھا   ویسے عالمگیر کا پھوڑا دکن ثابت ہوا
مر گیا اُس کی لحد پر جا کے پڑھ لے فاتحہ   کان میں آئے گی یہ اک گورِ شاہی کی صدا

"بر مزارِ ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے"

پھر بھی ہے اسلام زندہ آج ہندوستان میں   تیغ سے یہ ملک میں پھیلا بھلا کیسے کہیں
پوچھتا یہ خضرؑ سے شاید کہیں حضرت ملیں   کچھ سمجھ میں اب نہیں آتا ہماری کیا کریں

"سادگی پر اُسکی مر جانے کی حسرت دل میں ہے
بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل میں ہے" (غالب)

(مطبوعہ اختر پرنٹنگ ورکس علیگڑھ)